ڈاکٹر محمد رحمان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
ڈاکٹر نصرت جبین
وائس پرنسپل فوجی فاونڈیشن کالج فار گرلز نیو لالہ زار راولپنڈی
سید ازور عباس
لیکچرر شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

رشید احمد صدیقی کی نثر میں طنزیہ عناصر

Dr. Muhammad Rahman
Assistant Professor, Deptt; of Urdu, Hazara University Mansehra
Dr. Nusrat Jabeen
Vice Principal, Fauji Foundation College for Girls, New Lala Zar Rawalpindi
Syed Azwar Abbas
Lecturer Deptt; of Urdu, Hazara University Mansehra

Satirical Elements in the Prose of Rashid Ahmad Siddiqui

Humor and Satire of Rashid Ahmad Siddiqui play very important role in Urdu literature. His two books MAZAMEEN-E-RASHEED and KHANDAN are full of humor and satire. His target of satire is not individuals but customs and manners of society. He criticize the characters as a humor as they deal with customs and manners of particular society. His themes are very deep, innovative and of various kinds. His themes include CHARPAI, WAKEEL, BABU, RAIL KA SAFAR, DEHATI DOCTOR, SHAER and EELECTION. In his essays he portrays the deep and actual pictures of life. This article focuses on his victims of satire.

Keywords: *Rashid Ahmad Siddiqui, Mazameen-E-Rasheed, Khandan, Society, Wakeel, Babu, Rail Ka Safar, Dehati Doctor, Shaer , Eelection.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مزاح نگارایک ادیب ہے۔اس کاکام صرف ہنساہنسانانہیں وہ محض مشاہدہ اورقوت ایجادسے کام لے کر صرف ایسے واقعہ یاایسے کردارکی تخلیق نہیں کرتاجس سے بے اختیار ہنسی آجائے بلکہ وہ اس واقعہ یاکردارکوالفاظ کی جستجو اورانتخاب کے سانچے میں ڈھالتاہے۔اس لیے اسے الفاظ کی جستجو اورانتخاب میں کاوش کی ضرورت ہوتی ہے۔کوئی واقعہ یاکردارکتناہی مضحکہ خیز کیوں نہ ہو اگرمناسب اورموزوں الفاظ کے ذریعے پیش نہ کیاجائے تودنیائے ادب میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی۔عموماًاردومزاح نگاراس حقیقت کوفراموش کردیتے ہیں۔انہیں سوجھتی ہے لیکن جب ان کی سوجھ میں بوجھ اورخصوصاًادبی حسن کودخل نہ ہو تو پھروہ کسی مصرف کی نہیں۔رشید صدیقی ایک توانادبی شخصیت کے مالک ہیں اورفکرانگیز ظرافت میں اپنے ہم عصرمزاح نگاروں سے آگے ہیں۔ان کی سوجھ میں ہمیشہ بوجھ کاعنصر بھی غالب رہتاہے۔اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں ادبی محاسن پیداکرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رشیدصدیقی کے طنز کانشانہ افراد نہیں بلکہ اقدارہیں۔انہوں نے اپنے طنز کے لیے خیال اورکرداروں سے مددلی ہے۔یوں وہ استعاروں ، علامتوں اوراشاروں سے کام لیتے ہیں اورہنگامی واقعات کی طرف اشاروں سے کام لے کر طنزپیداکرلیتے ہیں۔بعض اوقت واقعات اورموضوعات کی کثرت کی وجہ سے ان کے طنزمیں کہیں کہیں سیمابیت بھی پیداہوجاتی ہے لیکن چونکہ ان کے موضوعات میں بڑا تنوع ہے اس لیے وہ چارپائی ،وکیل ، ریل کے سفر،ارہرکے کھیت، دیہاتی ڈاکٹر،مشاعرہ اورالیکشن پر بے تکان لکھتے چلے جاتے ہیں۔ان کی تحریروں میں جو تصویریں ابھرتی ہیں ان میں گہرائی ہے۔ان کے طنزکی ایک خصوصیت خطیبانہ انداز ہے کیوں کہ انہوں نے بہت سے مضامین ریڈیوکے لیے بھی لکھے۔ان کے طنز کوابھارنے میں ان کے اسلوب کابھی بڑادخل ہے۔

رشیدصاحب محض مصنف بننے کی تمنّانہیں رکھتے بلکہ ان کی طبیعت میں سنجیدگی اورمتانت ہے۔وہ غور وفکرسے کام لیتے ہیں ان کی ظرافت میں خیالات کی گہرائی ہوتی ہے۔یعنی وہ محض ظرافت سے ہی ہمیں محظوظ نہیں کرتے بلکہ ہمیں دعوتِ فکر بھی دیتے ہیں۔ان کی تحریروں میں قہقہے کی بجائے زِیرلب تبسّم کی کیفیت پائی جاتی ہے۔اس تبسّم کے بعد طبیعت اس سنجیدہ معنی کی طرف رجوع کرتی ہے جو ان کی تحریروں میں پایاجاتاہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"بہرحال ہم لوگ آگے بڑھے اور بہ ہزار خرابی ندی کے دوسرے کنارے پہنچے۔
سورج ڈوب چکا تھا اور ہم ڈوبنے کی فکر میں تھے۔"(۱)

یہاں رشید احمد صدیقی کی طنز کے اہداف کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

زندگی کے مضحک پہلوؤں پر طنز

طنز و مزاح میں چیزوں پر اس طرح فوکس کیا جاتا ہے کہ اس سے ان چیزوں کے وہ مضحک پہلو روشن ہو جاتے ہیں جو عام انسان اور عام لکھنے والوں کی نظر سے چھپے رہتے ہیں۔ رشید صاحب چیزوں کو اس طرح دکھاتے ہیں کہ ان کے مضحک پہلو ہی نمایاں نہیں ہوتے بلکہ ہمیں ان پر نئے رُخ سے سوچنے کی ترغیب بھی مل جاتی ہے لیکن تلخی، نفرت اور حقارت کے ساتھ نہیں بلکہ ہمدردی، رواداری اور شگفتہ مزاجی کے ساتھ۔ وہ ہمارے سامنے ایک آئینہ رکھ دیتے ہیں جس میں ہمیں اپنا اور دوسروں کا بے تکا پن نظر آتا ہے۔ پھر محاسبہ کرنا ہمارا کام ہے۔ رشید صاحب کو انسانوں سے محبت ہے اور اسی محبت کے ساتھ وہ ان کے بے تکے پن پر لطیف طنز کرتے ہیں۔ وہ زندگی میں کسی انقلاب یا اصلاح کی تحریک نہیں کرتے بلکہ خوش مذاقی کے ساتھ زندگی کو سمجھنے کی اور اسے قبول کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کی خوش مذاقی اور شائستگی میں طنز کی آمیزش سے کسی قسم کی کڑواہٹ نہیں آتی بلکہ ایک تیکھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کی ظرافت کا مقصد شخصیت کی تہذیب ہے۔ ان کے ظریفانہ فہم و فراست میں مختلف جذبات و تاثرات کا ایک جدلیاتی نظام پایا جاتا ہے جس میں اگرچہ شدّت نہیں ہے لیکن تضحیک، توقیر، ہمدردی اور کہیں کہیں رقّت کی آمیزش دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :

"یہ موٹر بہت پرانی ہو چکی ہے کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس کی عمر یا اس کا رنگ کیا ہے۔ لوگوں کو تعجّب ہے کہ یہ چلی کیونکر جاتی ہے۔ اب تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ یہ موٹر مشین یا پٹرول کے ذریعے نہیں بلکہ محض عادت کے زور سے چلتی ہے اور صرف ایک مقرّرہ مقام سے چل کھڑی ہو جاتی ہے، اور مقرّرہ ہی راستہ نشیب و فراز اور رفتار سے مقرّرہ جگہ پر پہنچ جاتی ہے۔ راستہ میں نہ رکتی ہے نہ روکی جا سکتی ہے۔ جہاں ٹھہرنے کی اس کی عادت ہے اس سے ایک انچ ادھر اُدھر نہیں ٹھہر سکتی۔"(۲)

رشید احمد صدیقی اپنے انداز کی وجہ سے ہر جگہ ممتاز ہیں اور ہر جگہ عالمانہ انداز بر قرار ہے۔شعر وادب کی دنیا تو ان کی اپنی دنیا ہے۔اس کے علاوہ سیاست ، تاریخ اور دیگر علوم پر بھی ان کی خاص نظر ہے۔ان تمام چیزوں کے امتزاج سے ان کا ایک خاص انداز بن گیا ہے جس کی وجہ سے ان کے طنز کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے ۔ان کے مضامین پڑھنے والے کو خود اعلیٰ مذاق کا حامل ہو ناچاہیے۔وہ اردو کے ادبی پس منظر بلکہ کسی حد تک کلاسیک سے واقف ہو اور خاصا باشعور ہو۔صرف اسی صورت میں رشید صاحب کے فنی اشارات اور باریکیوں سے کماحقہ لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے ہاں ادبی تلمیحات بکثرت ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ انہوں نے زمانہ کی روایات سے علیحدہ ہو کر اپنے لیے مخصوص رنگ مختص کر لیا ہے علی گڑھ کا رنگ۔کیوں کہ یہ رنگ ان کے خون میں رچا ہوا تھا اور جہاں تک طنز و مزاح کا تعلق ہے اس ضمن میں بھی انہوں نے خود کئی بار اعتراف کیا ہے۔یہاں ایک مثال پیش کی جاتی ہے :

> "میری طنز و ظرافت کی ابتدائی مشق کچی بارک اور ڈائننگ ہال سے شروع ہوئی ۔یہی کچی بارا ور ڈائننگ ہال علی گڑھ سے باہر کہیں نصیب ہوئے ہوتے تو کچھ تعجّب نہیں ، طبیعت طنز یا ظرافت کی طرف مائل نہ ہوتی یا پھر ان کو وہ انداز میّسر نہ آتا جو یہاں آیا۔"(۳)

رشید صدیقی اپنی ظرافت کے لیے خام مواد شعر و ادب سے لیتے ہیں ۔رشید صاحب خام مواد میں اشعار کے بر محل استعمال سے اور کبھی ان میں تھوڑا سا تصرّف کرتے ہیں۔اگرچہ ان کے طرز میں یکسانیت ہے اور وہ بعض اوقات موضوع سے اکثر دور بھی جا پڑتے ہیں ۔یوں ادب ، اخلاق، آرٹ اور عورت پر لمبی لمبی بحثیں چھیڑ دیتے ہیں اور وہ واحد متکلم کا صیغہ ضرورت سے زیادہ استعما ل کرتے ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود ان کا طنز گہرا اور ان کی ظرافت منفرد ہوتی ہے۔

رشید صاحب نے ہستی و نیستی کے مسئلہ پر بھی ہیملٹ کی طرح غور کیا ہے۔چنانچہ اس ذیل میں ان کے مضامین "شاعر ہونا کیا معنی رکھتا ہے"اور"ایم ایل اے ہونے کے کیا معنی ہیں"قابلِ ذکر ہیں۔ چند خاکے، کانفرنسوں، عدالتوں ،کونسلوں اور دکانوں کے بھی ہیں۔عاشق ،معشوق ،رقیب ،ناصح اور دربان کے ذکر میں بھی خاصا طنز ملتا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اکبر کے بعد اردو میں طنزیاتی روح سب سے زیادہ رشید احمد صدیقی کے ہاں موجود ہے۔وہ معمولی باتوں میں مضحک پہلو بہت جلد دیکھ لیتے ہیں اور قولِ محال (Paradox) کے ماہر ہیں۔قول محال کی اصطلاح کے لیے دروغ نماراستی کی اصطلاح بھی دیکھنے میں آئی ہے۔کشاف تنقیدی اصطلاحات میں اس کی تعریف یوں ہے :

"ایسا بیان جو بادی النظر میں معنوی تضاد کا شکار معلوم ہو۔"

جیسے۔

میں اچھّا ہوا بُرا نہ ہوا (غالب)(۴)

رشید صاحب الفاظ کے الٹ پھیر سے قو ل محال کے ذریعے خوب کام لیتے ہیں۔ان میں بیک وقت سوئفٹ کی سی تیزی ،برنارڈشاہ کی سی بت شکنی اور چیسٹرٹن کی سی طباعی کے نمونے ملتے ہیں۔انہوں نے سجادانصاری کے اسلوب فکراوراسلوب بیان دونوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔وہ اپنے مضامین میں اکثر قصّے بیان کرتے ہیں۔یہ قصّے نئے نہیں ہوتے مگران کاانداز بیان ان قصو ں کو دلچسپ بناتاہے۔وہ بہت سے کردارتراشتے ہیں اورجذبات کی مصّوری کرتے ہیں۔وہ جزئیات میں بہت زیادہ نہیں جاتے۔چند گہرے اورشوخ چھینٹوں سے ان تصویروں کواس طرح سجاتے ہیں کہ وہ منہ سے بول ٹھتی ہیں۔رشید صاحب کی اس خصوصیت کے بارے میں اسلوب احمد انصاری کہتے ہیں :

"رشید صاحب مزے کی باتیں مزے سے کہتے ہیں اور جلد کہہ دیتے ہیں۔فکر میں پڑنے کی تکلیف نہ خود اٹھاتے ہیں اورنہ دوسروں کواس میں مبتلا کردیتے ہیں۔ان کا مزاح زود ہضم قسم کا ہے اور یہ مفرّح بھی ہے۔"(۵)

زندگی کے ہر اہم رُخ پر نظر

رشید صاحب اپنے زمانے کے بہترین تمدّنی نقاد ہیں۔ان کے مقابلے میں پطرس بخاری کو تمدّنی مسائل سے دلچسپی نہیں۔پطرس صرف اشخاص کے نشیب وفراز کو دیکھتے ہیں۔ان کا صرف ایک مضمون "لاہور کا جغرافیہ " ہے جس میں وہاں کے محکمہ حفظانِ صحت کی پردہ داری کی گئی ہے۔فرحت اللہ بیگ کسی فقرے یا برجستہ محاورے سے کام لیتے ہیں۔ان کی زبان کوثروتسنیم میں دھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۔دونوں کی ظرافت اعلیٰ قسم کی ہے۔شوکت تھانوی کے ہاں معاشرت پر تنقیدیں بہت ہیں مگر ان میں صحافتی رنگ زیادہ ہے۔ادبِ عالیہ کی شان کم ہے مگر ان کی تازگی میں شک نہیں۔

رشید صاحب نے اپنے مخصوص مزاحیہ اسلوب میں اس دور کی ہر خصوصیت پر رائے زنی کی ہے اور جہاں انہوں نے اونچ نیچ یا افراط و تفریط دیکھی ہے اسے ہموار کرنے کی کوشش کی ہے ۔مثلاً اخبار ہی کو لیجئے۔رشید صاحب کے الفاظ میں :

> "آج کل اخباروں کا اس اصول پر چلنا چاہئے کہ اخبار سے کسی کو فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے ، اخبار کو ضرور فائدہ پہنچتا رہے۔اخبار نویسی شروع اس طرح کرنی چاہئے جیسے دین خطرے میں ہے ،قوم فنا ہو رہی ہے ،حکومت ناشدنی اور گردن زدنی ہے لیکن ختم یوں کرو گویا تم نے دین کی خاطر یا قوم کی حمایت میں یا حکومت کی مخالفت میں اخبار بند کر دیا اور بنک میں حساب جمع کھول دیا۔"(۶)

زندگی کے سیاسی پہلو پر تنقید

ہماری زندگی کا دوسرا جزو جلسے ہیں۔جلسے کر کے ہم اس قدر خوش ہوتے ہیں گویا دنیا کا بڑا مرحلہ طے ہو گیا۔تقریریں کرنا اور تقریریں سننا ہماری فطرت میں داخل ہیں۔دوسرے کام کرتے ہیں ہم باتیں کرتے ہیں۔اگر محض لطف سخن سے دنیا میں کچھ ہو سکتا تو ہم سب کچھ کر لیتے۔رشید صاحب کے الفاظ میں ایک جلسہ کا منظر ملاحظہ ہو:

> "نظمیں پڑھی جانے لگیں ،تالیاں بجنے لگیں ،ہار پھول پہنائے جانے لگے کہ ایک قفلی والے نے آواز لگائی۔ایک صاحب کا بچّہ مچل گیا۔انہوں نے مجمع کے اندر ہی سے قفلی والے کو آواز دی۔صدر جلسہ نے قفلی والے کو ڈانٹا۔بچے کے والد نے سمجھا کہ یہ ان کی قفلی حاصل کرنے کی آزادی میں خلل اندوزی ہے ،للکار کر بولے یہ جلسہ آزادوں کا ہے ، آزادی پر جان دینے والوں کا ہے۔ مجمع نے نعرہ لگایا بے شک بے شک آزادی خطرہ میں ہے ، قفلی ضرور کھائی جائے گی ،دغابازوں کا ستیاناس ہو وغیرہ وغیرہ۔۔۔"(۷)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

آج کل لیڈری کے خواہاں لوگ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔جن کی نہ صورت شکل اس قابل ہوتی ہے نہ ان میں قابلیت ہوتی ہے۔صرف پیسے اور شہرت کی ہوس انہیں اس کوچے کا اسیر بناتی ہے ۔ایسے ہی لوگوں پر رشید صاحب کا طنز ملاحظہ ہو :

> "دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ عقل نہیں ہے ،قابلیت نہیں ہے ،روپے نہیں،ہمت نہیں۔ صورت دیکھ کر عورتیں ہنستی ہیں ،بچے تالیاں بجاتے ہیں ،بوڑھے گردن جھکالیتے ہیں ، بھلے مانس دل نہلاتے ہیں ،ایمان دار کتراتے ہیں ،فقیر ڈرتے ہیں ، مرغیاں کٹ کٹ کرتی ہیں لیکن کیا کیجئے ،جاہ کی ہوس ،نصیبے کی لچھن ، فلاں شخص بڑا کہلاتا ہے ہم کیوں نہ کہلائیں۔"(۸)

موجودہ دور کا اہم کارنامہ لیڈری ہے۔لیڈری بھی ایک فن بن گیا ہے۔صدیقی صاحب کا خیال ہے کہ جس طرح ہندوستان کے امراض کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اسی طرح لیڈروں کی اقسام بھی معلوم کرنے مشکل ہیں۔تاہم انہوں نے فصلی ،گشتی ،مادرزاد ،اللہ واسطے ،وبائی ،شکمی ، اشتہاری اور خاموش جیسی بہت سی قسمیں گنوائی ہیں۔ جس طرح برسات میں کھیرے ،ککڑی ،پھو ٹ اور بھٹے پیدا ہوتے ہیں مثلاً بقر عید ،محرم ،دوسہرے ، دیوالی کے زمانہ میں ہر جگہ مارنے مرنے کے لیڈر رونما ہو جاتے ہیں۔ذیلی لیڈر ہار پہننے میں لیڈر کے ساتھ اور نعرہ لگانے میں مجمع کے ساتھ ہوتے ہیں اور جب لیڈر جیل جاتا ہے تو یہ اپنے گھر جاتے ہیں۔مادرزاد لیڈر اندھے کی مانند ہوتا ہے۔اسے کچھ نہیں معلوم صورتِ حال کیا ہے۔وہ صرف "ہونا چاہئے" کے درپے ہوتا ہے۔خاموش لیڈر گفتگو نہیں کرتے صرف انٹرویو کرتے ہیں۔

موجودہ نظام تعلیم

موجودہ تعلیم کی خرابیوں پر اکبر کی نظر بھی تھی۔وہ اسے محض بازاری اور سرکاری سمجھتے تھے لیکن اس کی جس خوبی پر رشید صدیقی کی نظر گئی ہے وہ بنیادی ہے۔وہ نظام جو افراد کی صلاحیتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ سب کو ایک ہی قسم کی تعلیم دیتا ہے اور جس کا مقصد کسی خاص منز ل کی طرف طالب علموں کی ایک بھیڑ کو دھکیل دینا ہوتا ہے،ناقص اور ادھورا ہے۔ایک اچھے نظام تعلیم کا مقصد ہر فرد کی صلاحیت کو علیحدہ علیحدہ پرکھنا اور اسے زیادہ سے زیادہ ترقی دینا ہوتا ہے۔تاکہ وہ ایک اجتماعی مقصد سے ہم آہنگ ہو سکے۔ایسے ہی تعلیم یافتہ افراد پر ان کا طنز ملاحظہ ہو:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"میں ایک دیہاتی ڈاکٹر ہوں۔تعظیماً شہری کہلاتا ہوں اوراخلاقاً تعلیم یافتہ۔اب یہ کام آپ کا ہے کہ مجھے تعلیم یافتہ سمجھیں یادیہاتی تعلیم یافتہ۔مجھے خود نہیں معلوم کہ میں دیہاتی پہلے اور تعلیم یافتہ بعد میں،یاتعلیم یافتہ پہلے ہوں اوردیہاتی بعد میں۔کسی زمانے میں اس قسم کے ہیر پھیر میں بڑافرق پایاجایاکرتاتھا۔بلوے ہوجایاکرتے تھے یااخباروں میں لوگ گالی گلوچ پراترآیاکرتے تھے لیکن جب سے بلوے اور گالی گلوچ کے اسباب دریافت کیے گئے ہیں پہلے اوربعد کاسوال باسی ہوکررہ گیاہے۔(۹)

مخصوص کرداروں پر طنز

معاشرے کے مخصوص کرداروں پر طنز رشید صدیقی کی حقیقت پسندی کا ثبوت ہے۔آج کل کے پیشہ ور لیڈروں کے بارے میں رشید صاحب نے حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔دراصل آج کل کے لیڈر عام طورپر قوم کے لیے سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں۔رشیدصدیقی نے باریک بین نظروں سے اس کاجائزہ لیاہے۔لکھتے ہیں:

"لیڈری اورخطرہ ساتھ ساتھ چلنے لگتے ہیں اور جب یہ دونوں ساتھ چلنے لگتے ہیں توپولیس بھی بیٹھی نہیں رہتی اور جرائم کے کھردرے ہوجانے میں کون مزاحم ہوسکتاہے اوریہی وہ وقت ہوتاہے جب نعرے لگانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔"(۱۰)

یہ عام لیڈر کی بات تھی۔ ہماری قوم میں بھی اس قسم کی ذہنیت پیدا ہوچکی ہے جسے باعث زیاں اورمریضانہ کہہ سکتے ہیں۔اس بارے میں لکھتے ہیں:

"ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے بڑی بے اطمینانی تھی۔ان میں مقتدی سے زیادہ امام پیدا ہوچکے تھے وہ نماز کے اتنے زیادہ قائل نہیں رہے جتنے جائے نمازکے۔"(۱۱)

اس کے علاوہ ان کے چندمخصوص کرداروں میں استاد خنداں ،شیخ پیرو،ایڈیٹر،مقررّ،بابو، بجرواورمولانابڑے دلچسپ ہیں۔مثلاً ایک جگہ مولاناکے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"صاحب باغ میں ایک مولانابحیثیت پیش امام رہتے ہیں۔مولانا کے ساتھ پیش امام ظاہر کردینا یوں ضروری ہے کہ جود اڑھی بے ضرورت یاباضرورت ،معنی خیز یابے معنی ایک مشت وانگشت یاشد شدنشد رکھتا ہو مولانا ہونے پر مجبورہے۔"(۱۲)

کچھ جمہوریت کے بارے میں

جدید دورمیں انتخابات جمہوری تماشاہیں۔قیادت سے وزارت تک پہنچنے کے لیے واحد شاہراہ انتخابات ہیں۔جمہوریت اور انتخابات کی اصطلاحات بڑی پرکشش ہیں۔لیکن جب ایک معاشرتی نقاد کی نظریں ان پردو ں کو اٹھاکر نظارہ کرتی ہیں توحقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔اس دور میں شاہی نظام کومسترد کرکے جمہوریت کو بہترین نظام حکومت قراردیاگیاہے۔آج کل کے لیڈر وں کااصل مقصد وزارت اور منزل ایوان ہی ہوتی ہے نہ کہ عوام اور ملک کی حکومت۔رشید صاحب نے آج کل کے حالات اورشاہی نظام حکومت کا کس قدر خوبصورت انداز میں موازنہ کیاہے:

"پہلے والے زمانے میں اکثربادشاہ یوں بھی بنادیئے گئے ہیں کہ بادشاہ کے مرنے پر تخت نشینی کاجھگڑا پڑاتو لوگو ں نے فیصلہ کیاکہ صبح کے وقت شہر سے نکل جائیں اورجوشخص سب سے پہلے شہرپناہ کے دروازے میں داخل ہو ،اس کے سر پرتاج رکھ دیاجائے۔اس زمانے میں بھی ایساہی ہوتاہے۔جس پارٹی کے لوگ منتخب ہوجاتے ہیں ان میں سے جو سب سے بڑا شیخ چلّی ہوتاہے اس کو وزیر اعظم بنادیتے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ اس کابالکل خیال نہیں ہوتا کہ وہ شہر پناہ کے دروازے سے آیا ہے یا کسی چوردروازے سے گھس آیا ہے۔"(۱۳)

تقلیدِمغرب پربرہمی

اردوادب میں اکبرالہ آبادی اوراقبال کے بعد رشید احمد صدیقی کے ہاں مغرب کی کوری اور سطحی تقلید کے بارے میں سخت تنقید ملتی ہے اورانہوں نے اپنے اندازمیں اسے طنزومزاح کاموضوع بنایاہے۔وہ مغرب زدہ لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں وہ ایسے لوگوں کو" صاحب "کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔اب دیکھئے کہ "صاحب " کے بارے میں ان کے خیالات کیاہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"عام طور پر صاحب ان لوگوں کو کہتے ہیں جو صبح آنکھ کھلتے ہی بغیر کلی کئے چائے پی لیتے ہیں اور دوسروں کی بیوی کا اپنی سے زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ جتنا بڑا صاحب ہو گا اتنا ہی اس کا بیت الخلاء اس کی چارپائی کے قریب تر اور بھائی بند دور تر ہوں گے۔"(۱۴)

معاشرتی زندگی پر طنز

رشید صاحب معاشرتی زندگی پر بھی اپنے فکر و فن کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہیں اور معاشرتی زندگی کی ناہمواری پر سے پردے اٹھاتے چلے جاتے ہیں۔ خالص گھریلو زندگی پر انہوں نے خصوصی توجہ دی ہے۔ روزگار اور شادی بیاہ کے مسائل ایک دوسرے سے مربوط اور ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ ہماری معا شرتی زندگی کا المیہ یہ ہے کہ ایک مسئلہ حل نہیں ہوتا کہ دوسرا پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح زندگی کی پیچیدگیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے معاشرے میں عورت کا جو مقام ہے وہ انتہائی اہم ہے۔ اس کو ما ں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت حاصل ہے لیکن کبھی کبھی عورت اپنے جائز مقام کے لیے جدوجہد پر مجبور ہو جاتی ہے۔ وہ ما ں بننا چاہتی ہے لیکن اسے بیسوا بنا دیا جاتا ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں عورت کی آزادی اور عورت و مرد کی مساوات کے دعوے کھوکھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں رشید صاحب نے عورت کو اپنے مضامین کا موضوع بھی بنایا ہے اور اس سے اظہار ہمدردی بھی کیا ہے اور کئی جگہ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو :

"بیوی کی تلاش اور بلوہ کی افواہ دونوں نقص امن کے باعث ہوتے ہیں یا بالخصوص ایسی حالت میں جب بیوی کی تلاش اور بلوہ کی افواہ دونوں کے ساتھ ساتھ شروع ہوں اس لئے احتیاط بہر حال بہتر ہے۔۔۔۔ آج کل وہ زمانہ ہے جب روزگار ملنے کا امکان گھٹتا جا رہا ہے اور بیوی ملنے کا خدشہ بڑھتا جا رہا ہے۔"(۱۵)

اسی طرح ایک اور جگہ ان کے خیالات یوں ہیں :

"عورت سے محبت کرنا ہمیشہ سے ہر قوم اور ہر ادب میں مقبول رہا ہے۔ اس محبت کی آڑ میں یا زد میں سب کچھ ہوا۔ جیل خانہ، ہسپتال، فنونِ لطیف، مضمون نویسی، وصیت نامہ اور پاگل خانہ قسم کی تمام چیزیں اس کی منت کش ہیں۔۔۔۔ کسی نے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سچ کہاہے کہ دنیاکی نصف مصیبتیں محض اس لئے ہیں کہ باباآدم اپنی سالم پسلیوں کے ساتھ سپردخاک نہیں ہوئے اورغالباًجس بناپرعربی میں اندھے کو بصیرکہتے ہیں۔ اسی بناء پر انگریزی میں بیوی کونصف بہترکہتے ہیں۔"(۱۶)

الغرض رشیداحمد صدیقی نے زندگی کے ہرپہلو پرطنز کیاہے اور یہی ان کے کامیاب مزاح نگارہونے کاثبوت ہے۔وہ ایک صدر انجمن کی حیثیت رکھتے تھے۔ان کے طنز میں غصّے یا نفرت وحقارت کی بجائے ایک مزیدار مسکراہٹ ہوتی ہے جس میں ظرافت کے نمک اور نصیحت کی تلخی کے ساتھ محبت کی چاشنی بھی ہوتی ہے۔ان کااسلوبِ بیان سادگی اورپیچیدگی کاطرفہ معجون ہے۔وہ اکثر بات کو بات میں لپیٹتے اورالجھاتے چلے جاتے ہیں۔ان کے مضامین میں ان کی ظرافت کے بڑے اچھے اچھے نمونے ملتے ہیں۔ان کا طر ز عام فہم ،ان کے موضوعات زیادہ ہمہ جہت وہمہ گیر اورمضامین مختصرمگرجامع ہیں۔اسی طرح ان کے موضوعات میں بھی خاصا تنوع پایاجاتاہے۔ جیسے "ریڈیو سننے والے "،"ہوٹل "،"ریڈیو"،"سفر"،"دعوت"،"شراب کی ممانعت "، "امتحانات"اور"باغ "وغیرہ۔

حوالہ جات

۱۔ رشیداحمدصدیقی"خنداں "،مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دلّی ،۱۹۵۷ء،ص۲۵۲

۲۔ رشیداحمدصدیقی"میزان نثرجلدسوم"،مرتبہ لطیف الّزمان ،مہرالٰہی ندیم،مکتبہ دانیال کراچی، بار اوّل جون ۲۰۰۰ء،ص ۱۱

۳۔ رشیداحمد صدیقی ،"آشفتہ بیانی میری"،آئینہ ادب لاہور،۱۹۸۶ء، ص ۱۲۸

۴۔ صدیقی ،ابو الاعجازحفیظ"کشاف تنقیدی اصطلاحات "،مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۵

۵۔ اسلوب احمد انصاری "اطرافِ رشید احمد صدیقی "،انجمن ترقی اردو کراچی ،۱۹۹۸ء ،ص ۳۱

۶۔ رشیداحمدصدیقی" میزانِ نثر" جلدسوم ،ص ۱۱۵

۷۔ رشیداحمدصدیقی " میزان نثر جلد دوم "مرتبہ لطیف الّزمان ،مہرالٰہی ندیم ،مکتبہ دانیال کراچی ، دسمبر ۱۹۹۹ء،ص۵۰۷

۸۔ آل احمد سرور"ہمارےادب "مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دلّی ،۱۹۹۰ء۔ص۱۱۲

۹۔ اسلوب احمد انصاری"رشید احمد صدیقی بحیثیت مزاح نگار"،مشمولہ "رشید احمد صدیقی (کردار،افکار،گفتار) مرتبہ مالک رام ،خیام پبلشرز لاہور،۱۹۷۳ء،ص۱۱۳

۱۰۔ بشیر گلزار پوری "رشید احمد صدیقی کا اسلوب "،گلشن پبلشرز ،سری نگر،۱۹۹۸ء،ص۷۷

۱۱۔ سیّد عبداللہ ،ڈاکٹر"رشید احمد صدیقی اور گنجہائے گراں مایہ "،مشمولہ "طیف نثر"مرتبہ ڈاکٹر ممتاز منگلوری ، لاہور اکیڈمی لاہور، طبع ثانی جنوری ۱۹۹۴ء،ص۲۳۰

۱۲۔ رشید احمد صدیقی "میزانِ نثر جلد اوّل "مرتبہ لطیف الّزمان ،مہرالٰہی ندیم ، مکتبہ دانیال کراچی، اپریل ۱۹۹۹ء، ص ۷۱

۱۳۔ رشید احمد صدیقی "میزان نثر جلد سوم ،ص۲۷۹

۱۴۔ رشید احمد صدیقی "مضامین رشید(اضافی مطالعات کے ساتھ)،مرتبہ ڈاکٹر سیّد معین الّرحمان , الفیصل اردو بازار،لاہور، اکتوبر ۱۹۹۰ء،ص۱۳۰

۱۵۔ رشید احمد صدیقی"میزان نثر جلد دوم ،ص۱۹۳

۱۶۔ رشید احمد صدیقی"میزان نثر جلد چہارم " مرتبہ لطیف الّزمان ،مہرالٰہی ندیم ،مکتبہ دانیال کراچی، دسمبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۹۰